یاسر محمد خان

اسلام ختم نہیں ہوگا

چودھری صاحب فیصل آباد کے کسی چک میں پیدا ہوئے، گرتے پڑتے، روتے دھوتے تعلیم حاصل کی، پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کیا اور کالج میں استاد بھرتی ہوگئے۔ ۱۹۷۶ء میں جب تھوک کے حساب سے پاکستانی امریکہ جانے لگے تو چودھری صاحب بھی ان کے ساتھ ہوگئے۔ وہاں انہوں نے دن رات محنت کی، ایک ایک کمرے میں دس دس بارہ بارہ بندے رہے، ایک وقت کا پکایا، دو دو دن کھایا، اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے کام کیا، بارش دیکھی اور نہ ہی برف باری، دھوپ میں کھڑا ہونا پڑا تو ہوگئے، منجمد راتوں کو پیٹرول پمپوں پر ڈیوٹی دینا پڑی تو دی۔ چودھری صاحب برسوں محنت کرتے رہے یہاں تک کہ یہ محنت رنگ لے آئی اور چودھری صاحب کا شمار امریکی معیار کے مطابق متموّل لوگوں میں ہونے لگا۔ پڑھے لکھے انسان تھے۔ لہٰذا وہ کاروبار تک محدود نہ رہے، انہوں نے اپنا اثر ورسوخ سیاست دانوں تک بڑھا دیا، درجنوں میئر، سینیٹرز، ممبرز پارلیمنٹ اور وزراء ان کے ذاتی دوست بن گئے، یہ رسوخ کام آیا اور وہ صدر تک جا پہنچے، صدر کلنٹن اور ان کی بیگم ہیلری ان کے دوست بن گئے، وہ وائٹ ہاؤس یوں آنے جانے لگے جیسے کوئی اپنے گھر جاتا اور آتا ہے۔ حکومتِ پاکستان کو جب ان کے اثر ورسوخ کا اندازہ ہوا تو اس نے کئی خفیہ معاملات میں چودھری صاحب کی مدد لی، چودھری صاحب نے بھی ان معاملات میں پاکستان کی بھرپور مدد کی، انہوں نے کلنٹن اور بے نظیر اور پھر نواز شریف اور کلنٹن کے درمیان موجود غلط فہمیاں ختم کرائیں، وہ پرویز مشرف اور کلنٹن کو قریب لائے۔ گزشتہ ماہ چودھری صاحب پاکستان تشریف لائے تو میری ان سے کئی ملاقاتیں ہوئیں، عام گپ شپ کے دوران میں نے ایک دن چودھری صاحب سے پوچھا: ''امریکہ کا پاکستان میں کیا ایجنڈا ہے؟ وہ پاکستان کی کیا تصویر چاہتا ہے؟'' چودھری صاحب نے بتایا: ''امریکہ پاکستان کو ایک لبرل اور سیکولر اسٹیٹ دیکھنا چاہتا ہے، وہ چاہتا ہے پاکستان میں احیائے اسلام کی جو تحریکیں چل رہی ہیں وہ ختم ہوجائیں، جہاد کا تصور سرے سے مٹ جائے، مسجدوں اور درگاہوں پر لوگوں کی آمد ورفت کم ہوجائے، لوگ کلین شیو ہوجائیں، وہ ڈسکو میں جائیں، شراب پییں اور دن رات کام کریں، افغانستان، عراق فلسطین، چیچنیا، کشمیر اور مشرقی تیمور کے لیے جلوس نہ نکالیں، ڈاڑھیاں نہ رکھیں اور پاکستانی خواتین برقعے نہ پہنیں۔''

مجھے چودھری صاحب کے خیالات سن کر حیرت ہوئی، میں نے حیران ہوکر پوچھا: ''امریکہ یہ سب کچھ کیوں چاہتا ہے؟'' بولے: ''پاکستان ایک جوہری طاقت ہے، جس رفتار سے اس ملک میں اسلام پسندوں کی تعداد بڑھ رہی ہے امریکہ کو خطرہ ہے دس پندرہ سال میں مولوی اقتدار کا باقاعدہ حصہ بن جائیں گے اور پاکستان میں اقتدار کا مطلب ہے آپ ایٹم بم سے چند گز کے فاصلے پر کھڑے ہیں، اس وقت یہ لوگ یورپ اور امریکہ کے لیے خطرہ ثابت ہوں گے۔ امریکہ پاکستان کو افغانستان اور عراق کی طرح دبا نہیں سکتا کیونکہ ان دونوں ملکوں کے پاس ایٹم بم نہیں تھا۔ لہٰذا وہ دفاعی لحاظ سے بہت کمزور تھے جبکہ پاکستان ایک ایٹمی طاقت ہے، اگر امریکہ نے اس کے خلاف بھی افغانستان یا عراق جیسی حرکت کی تو مولوی ایٹم بم لے کر باہر آجائیں

گے۔ چنانچہ اب امریکہ کی کوشش ہے، پاکستان، فرانس، جرمنی اور چین جیسا پرامن، ماڈرن اور بے غیرت ملک بن جائے، جہاں ماں کو بیٹی کا علم نہ ہو اور بیٹی کو باپ کی تمیز نہ ہو۔''

چودھری صاحب پرسکون لہجے میں بتا رہے تھے، میں نے پوچھا: ''امریکہ یہ سب کرے گا کیسے؟'' چودھری صاحب بولے: ''یہ سب کچھ کلچر، تہذیب اور ترقی کے نام پر ہوگا، امریکہ حکومتی میڈیا کو استعمال کرے گا، کیبل، ڈش انٹینا اور نت نئے ٹی وی چینل کے ذریعے کرے گا، لوگوں کی زبان، لباس اور خوراک بدلے گا، انہیں پیزا، برگر، میکڈونلڈ، کے ایف سی اور سافٹ ڈرنکس کے ذریعے ماڈرن بنائے گا، پورے معاشرے میں مولویوں کو تضحیک کا نشانہ بنایا جائے گا، انہیں معاشرے سے کاٹ دیا جائے گا، کمپیوٹر کے نام پر مدرسے کے وجود سے اس کی اصل روح خارج کر دے گا اور اس کے بعد یورپ اور امریکہ کو ہم اور ہمارے بم سے کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔'' چودھری صاحب نے منصوبہ بیان کرنے کے بعد ٹھنڈا سانس بھرا۔

میں نے چودھری صاحب سے عرض کیا: ''لیکن امریکہ کا یہ منصوبہ کبھی پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچے گا، امریکہ یہ سب کچھ کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔'' اب حیران ہونے کی باری ان کی تھی۔ انہوں نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں مجھ پر جما دیں، میں نے عرض کیا: ''چودھری صاحب! مسلمان میں ایک عجیب چیز ہے، جسے امریکہ ہر بار بھول جاتا ہے، یہ چیز ان لوگوں اور ماڈرن ازم میں سے بڑی رکاوٹ ہے۔'' چودھری صاحب نے استفہامیہ نظروں سے میری طرف دیکھا، میں نے کہا: ''چودھری صاحب اس چیز کا نام خوفِ خدا ہے، ہر مسلمان کے اندر خدا کا خوف بیٹھا ہے، اسے یقین ہوتا ہے، اسے کہیں نہ کہیں سے کوئی آنکھ دیکھ رہی ہے، یہ آنکھ اس کی ایک ایک حرکت، ایک ایک جنبش نوٹ کر رہی ہے اور اسے کبھی نہ کبھی اس جنبش، اس حرکت کا حساب دینا پڑے گا، یہ خوف اسے برائی کی طرف نہیں جانے دیتا، برائی اسے اپنی طرف متوجہ کرتی ہے، وہ اس کی طرف بڑھتا بھی ہے لیکن یہ خوف اس کے قدم روکتا ہے، اس کی رفتار کم کر دیتا ہے، اگر کبھی کوئی شخص اس خوف پر غلبہ بھی پا لے اور آنکھیں بند کر کے برائی کے تالاب میں چھلانگ لگا دے تو بھی اس کے اندر کسی نہ کسی گوشے میں جواب دہی کا احساس زندہ رہتا ہے۔ یہ احساس اسے اندر سے کاٹتا رہتا ہے، اسے چھیلتا رہتا ہے، اسے آواز دیتا رہتا ہے کہ پلٹ جاؤ! اللہ کی طرف، اس کی رحمت ومحبت کی طرف پلٹ جاؤ! ابھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے بیسیوں لوگوں کو اس آواز پر لبیک کہتے اور واپس پلٹتے دیکھا ہے، میں نے بے شمار مخلوط محفلوں میں، ماڈرن محفلوں میں، ماڈرن خواتین دیکھی ہیں، جن کے سینے اور بازو کھلے ہوتے ہیں، جنہوں نے تنگ لباس پہن رکھے ہوتے ہیں لیکن جونہی ان کے کانوں میں اذان کی آواز پڑتی ہے وہ فوراً اپنا سر ڈھانپ لیتی ہیں، ایک محفل میں ایسی درجنوں خواتین تھیں، باہر عصر کی اذان ہوئی تو جس کے ہاتھ جو آیا اس نے اٹھا کر سر پر رکھ لیا، میں نے ایک جواں سال خاتون دیکھی، جس نے اپنے سر پر تکیے کا غلاف چڑھا رکھا تھا، ایک لڑکی نے سر پر ٹرے رکھا ہوا تھا، میوزک پارٹیوں میں لوگ اذان کے وقت میوزک بند کر دیتے ہیں، یہ کیا ہے؟ یہ سارے اقدامات وہ لوگ کرتے ہیں جو آج سے دس بیس سال پہلے یورپی ہو چکے ہیں، جن کی آنکھ ہی مغربی موسیقی کی آواز میں کھلی اور جنہیں ورثے میں ماڈرن ازم اور لبرل ازم کے سوا کچھ نہیں ملا لیکن ان کے اندر بھی خوفِ خدا موجود ہے۔ جب تک مسلمانوں کے اندر سے یہ خوف خارج نہیں کیا جاتا

،ان کے پلٹنے ،ان کے واپس آنے کے امکانات موجود رہتے ہیں۔آپ ترکی کی مثال لیں!اتاترک نے ۲۴راکتوبر۱۹۲۳ءکو ترکی کی سلطنت سے اسلام کو کھرچ کر نکال دیا،عربی رسم الخط ختم ہوگیا،سارے مدرسے اور دارالعلوم بند کردیئے گئے،ڈاڑھی رکھنے پر پابندی لگادی گئی،اذان کا ترکی میں ترجمہ کردیا گیا،تمام بڑی مساجد عجائب گھروں میں بدل دی گئیں،اسکولوں،کالجوں ،یونیورسٹیوں،پارلیمنٹ اور سرکاری تقریبات میں سرڈھانپنے ،اسکارف لینے اور برقع پہننے پر پابندی لگادی گئی،پورے ملک میں قحبہ خانوں کو صنعت کی شکل دے دی گئی،شراب کی اجازت دے دی گئی،ترکی کو ایشیا سے کاٹ کر یورپ میں ملانے کی کوششیں شروع کردی گئیں،یورپ اور ترکی کے مابین''اورینٹ ایکسپریس''چلائی گئی،یہ ٹرین یورپ کی طوائفوں اور بیٹیوں کو استنبول لاتی تھی،یورپ اور ترکی کے درمیان ویزا ختم کردیا گیا لیکن پھر اسی ترکی میں آہستہ آہستہ احیائے اسلام کی تحریکیں شروع ہوگئیں تو وہ عورتیں جو جینز اور ننگے بازوؤں کی قمیص پہنتی تھیں'انہوں نے آہستہ آہستہ لمبے لمبے کرتے پہننا شروع کردیئے،ماریہ نے اپنا نام مریم اور جوزف نے یوسف اسلام رکھنا شروع کردیا،قرآن مجید کی خفیہ طباعت شروع ہوئی،لوگوں نے گھروں میں نمازیں ادا کرنا شروع کیں،قرآن مجید حفظ ہونے لگا اور سینکڑوں ہزاروں نہیں لاکھوں ترک حافظ قرآن ہوگئے،عورتیں سرڈھانپنے اور پھر سکارف پہننے لگی اور اب محض ۸۰ برس بعد ترکی میں اسلام پسند نہ صرف اکثریت سے کامیاب ہوئے،انہوں نے حکومت بنائی بلکہ انہوں نے معاشرے میں اسلامی تعلیمات کے احیاء کا کام بھی شروع کردیا،اب وہ ترکی زیادہ دور نہیں جس میں اسلام ہی اسلام ہوگا''

چودھری صاحب نے سر جھکا کر میری بات کی تصدیق کردی۔میں نے عرض کیا:''آپ سنٹرل ایشیاء کی مثال لیں،سوویت یونین'ازبکستان،قازقستان،ترکمانستان،تاجکستان اور چیچنیا پر ستر اسی برس تک قابض رہا،ان ۷۰،۸۰ برسوں میں روسیوں نے مسلمانوں کا سارا کلچر ہی بدل دیا،۸۰ برس تک ان ریاستوں میں اذان نہیں ہوئی،مساجد میں تالے پڑے رہے،ان تالوں کو زنگ لگ گیا،وہ زنگ تالوں کو کھا گیا،تالے ٹوٹ کر گر گئے،مسجدوں کے دروازے کے قبضے ٹوٹ گئے لیکن سجدوں سے تڑپتی کسی جبین کا ذائقہ اللہ کے گھروں کی زمین تک نہ پہنچ پایا۔روسیوں نے قرآن مجید اسمگل کرنے والوں کو سرِعام پھانسی لگائی ،گھر گھر تلاشی لے کر قرآن مجید کے اوراق تلاش کئے اور پھر ان اوراق کو نعوذباللہ جلادیا گیا،تاجکستان پر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ پورے پورے شہر میں ایک بھی ایسا شخص نہیں ملتا تھا جسے پورا کلمہ آتا ہو،لوگ لاالہ الااللہ کو کلمہ سمجھتے تھے لیکن پھر سوویت یونین ٹوٹ گیا،یہ ریاستیں ظلم اور جبر سے آزاد ہوگئیں،آج ان ریاستوں میں مسجدیں،مدرسے اور خانقاہیں آباد ہیں،لوگ وہاں روزے رکھتے ہیں،نمازیں پڑھتے ہیں،تراویح ادا کرتے ہیں،قربانی کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں۔آپ چیچنیا کی مثال لیں!بیسویں صدی کے شروع میں چیچنیا کے تمام جوان مرد ماردیئے گئے اور بوڑھوں،بچوں،بیماروں اور خواتین کو پورے روس میں پھیلادیا گیا،یہ لوگ ۷۰ برس تک چیچنیا سے باہر رہے،اس دوران ان کی زبان ختم ہوگئی،رسمیں،روایتیں اور حکایتیں بدل گئیں،لوگ کلمہ تک بھول گئے لیکن ۷۰ برس بعد یہ لوگ ایک بار پھر اپنے وطن کی طرف لوٹے،ان کی زبانوں سے کلمہ جاری ہوا اور انہوں نے براہِ راست جہاد شروع کردیا،آج چیچنیا کے بے بس اور بے وسیلہ لوگوں نے روس جیسی ایٹمی طاقت کو زمین چاٹنے پر مجبور کردیا

ہے۔ بوسنیا اور کوسوو کی مثال لیں، یہ لوگ یورپ کا حصہ تھے، ان کی رگوں میں یورپی اقوام کا لہو دوڑتا تھا، ان لوگوں کو کلمہ فراموش کئے صدی گزر چکی تھیں، ان کے نام تک سے اسلامی خوشبو اڑ چکی تھی، یہ لوگ ڈیوڈ، جوزف، ٹام اور ہیری ہو چکے تھے لیکن پھر اچانک ان کے اندر کسی نے سرگوشی کی اور یہ لوگ ایک بار پھر مسلمان ہو گئے، انہوں نے پتھر، ڈنڈے اور اینٹیں اٹھائیں اور جہاد کی ایک نئی تاریخ رقم کر دی۔ آپ ایران، فلسطین اور لبنان کی مثال لے سکتے ہیں، ان تمام ممالک میں کبھی یورپی ثقافت شمال سے جنوب اور مشرق سے غروب تک ہلکورے لیتی تھی، یہ ملک ایشیا کے پیرس کہلاتے تھے لیکن پھر یہاں بھی انقلاب آ گیا۔ آج یہی ممالک ہیں جہاں تھوڑا بہت اسلام زندہ ہے۔

چودھری صاحب کے چہرے پر حیرت تھی، انہوں نے پریشانی سے پوچھا: ''لیکن ایسا ہوتا کیوں ہے؟''

میں نے قہقہہ لگایا: ''چودھری صاحب! میں نے عرض کیا نا خدا کے خوف اور اس کی محبت کے باعث ایک بار جی ہاں ! بس ایک بار جس کان نے اللہ اکبر کی آواز سن لی، اس نے اللہ کو اپنا ربّ تسلیم کر لیا، بس اس کے اندر خوف کی بنیاد رکھ دی گئی۔ اس بنیاد سے عمارت توڑ دی جائے' تب بھی بنیاد باقی رہتی ہے، آپ بنیاد بھی اکھیڑ دیں تب بھی ایک آدھ اینٹ ضرور رہے گی، وہ اینٹ بھی نکل جائے تو بھی اس بنیاد کا نقش ضرور باقی رہتا ہے، یہ نقش، یہ اینٹ اور یہ بنیاد انسان کے اندر آہستہ آہستہ سرگوشی کرتی رہتی ہے، اس کو یاد دلاتی رہتی ہے، تمہارا ایک ربّ بھی ہے اور اس ربّ کی رحمت کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے ، تمہارے پاس توبہ کی مہلت ابھی باقی ہے، تم لوٹ جاؤ اور چودھری صاحب! جب تک یہ نقش مسلمان کے وجود میں باقی ہیں، دنیا سے اسلام کو مٹانے کی ہر سازش ناکام رہے گی، امریکہ مسلمانوں کا کلچر بدل سکتا ہے لیکن اس کے اندر گونجنے والی سرگوشیاں ختم نہیں کر سکتا، یہ نقش نہیں مٹا سکتا، خوف خدا نہیں کھرچ سکتا۔''

(مطبوعہ: ''ضربِ مومن'' کراچی ۔۱۴/تا ۲۰/نومبر ۲۰۰۳ء)

☆......☆......☆

بلاتبصرہ

کرائے کے شوہر

نیویارک سے شائع ہونے والے اردو ہفت روزہ ''پاکستان پوسٹ'' نے ۹ تا ۱۵/اکتوبر ۲۰۰۳ء کی اشاعت میں سی ، این، این کے حوالہ سے خبر شائع کی ہے کہ ماسکو میں کرائے پر شوہر فراہم کرنے کے لیے باقاعدہ سروس کا آغاز ہو گیا ہے اور نینا راکمانین نامی خاتون نے بے شوہر خواتین کے لیے ایک سروس شروع کی ہے جس کے تحت مذکورہ خواتین گھنٹوں، دنوں یا مہینوں کے حساب سے شوہر کرائے پر حاصل کر کے ان سے گھر کے ضروری کام کاج کرا سکیں گی۔ اس سروس کا نام ''شوہر کرائے پر'' رکھا گیا ہے اور اس کا باقاعدہ اشتہار جاری کیا گیا ہے۔ نینا کا کہنا ہے کہ روس میں ۶۰ فیصد خواتین اکیلے زندگی گزارتی ہیں جبکہ گھروں میں ایسے بہت سے کام ہوتے ہیں جو صرف مردوں کے کرنے کے ہوتے ہیں۔ اس لیے ان خواتین کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے یہ سروس شروع کی گئی ہے۔